جاوید نامہ اور زند گی: ایک تقابلی مطالعہ

عظمت حیات

ABSTRACT:

In this article *Javeed Nama*, The famous masnavi of Allama Muhammad Iqbal and *Zindgi*, a novel penned down by renowned author Ch. Afzal Haq has been compared critically. Interesting resemblances between both the books are explored in this comparative study. This study probes that *Javeed Nama* and *Zindgi* not only resemble regarding subject matter and thought but also in the realm of time and space. For example the time of publication, place of publication, social and intellectual context of both book are same. Both the books despite generic differences have the same novelistic, dramatic and imaginative elements.

Key Words:

Javeed Nama, Allama Iqbal, Zindagi, Ch. Afzal Haq, Comparative Studies

اس مضمون میں علاّمہ ڈاکٹر محمد اقبال کی معروف فارسی مثنوی جاوید نامہ اور انھی کے ہم وطن اور ہم عصر نثر نگار چودھری افضل حق کی اُردو نثری تصنیف زند گی کے بعض پہلوؤں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے گا۔اس تقابل کی فوری وجہ ہر دو کتب کی موضوعی موافقت ہے۔دونوں تخلیق کار اپنی اپنی فہم کے مطابق ’جہانِ دیگر‘ کے مشاہدے سے جہانِ آب و ِگل کے لیے مفید نتائج اخذ کرتے ہیں اور اپنے تئیں بندۂ خاکی کے مقام و منصب کا تعین کرتے ہیں۔ دونوں کتابوں کا زمانۂ تصنیف بھی ایک ہے۔ جاوید نامہ کی تخلیق کا دورانیہ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۱ء ہے جب کہ زند گی سال ۱۹۳۰ء میں لکھی گئی۔ بعض دیگر مماثلتیں بھی دلچسپ ہیں۔مثلاً یہ کہ دونوں مصنفین کا تعلق ایک ہی خطۂ ارضی (پنجاب) سے ہے اور دونوں نے اپنی فکر یا نظریات کے انتشار کے لیے ایک ہی شہر (لاہور) کو مسکن اور مرکز بنایا۔ ایک ہی دورانیے کے لیے دونوں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن رہے۔دونوں کے پیشِ نظر (یا کم از کم ذہنی فضا میں) ان کے موضوع سے متعلقہ بعض معروف مغربی اور مشرقی مصادر (مثلاً دانتے کی ڈیوائن کامیڈی اور ابنِ عربی

کی فتوحاتِ مکیہ) موجود رہے۔دونوں تصانیف کے فکری پس منظر میں اسلامی عقائد (جاوید نامہ میں زیادہ اور زندگی میں کم) اور برِعظیم کی معاشرت (زندگی میں زیادہ اور جاوید نامہ میں کم) کے رنگ بکھرے ہیں۔ دونوں فن پاروں کا مقصد فرد (بالخصوص مسلمان) کی روحانی تعمیر کے ذریعے اُس کے تصرف کا دائرۂ کار (زندگی میں انسانی دُنیا تک اور جاوید نامہ میں کائنات تک) وسیع تر کرنا مقصود ہے۔ زندگی کے دیباچے میں چراغ حسن حسرت بھی دونوں کتب کے تشابہ و تماثل کو عجیب قرار دیتے ہیں:

> ''یہ عجیب بات ہے کہ جن دنوں چودھری صاحب گوشۂ زنداں میں بیٹھے زندگی کی تصنیف میں مصروف تھے۔مشرق کے مشہور حکیم اور شاعر علاّمہ اقبال دانتے کی کتاب کا جواب لکھ رہے تھے۔حضرت علاّمہ کی یہ تصنیف جاوید نامہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔دونوں کو پہلو بہ پہلو رکھ کر دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ان کے مطالب میں بہت حد تک تشابہ و تماثل پایا جاتا ہے۔''[۱۱]

یہ وہ حقائق ہیں جو جاوید نامہ اور زندگی کے تقابلی مطالعے کا تقاضا کرتے ہیں۔اس تقابل میں ان اصولوں کی پیروی کی جائے گی:

۱۔ تقابلی مطالعے کو امتیازات سے قطع نظر صرف دونوں تصانیف کے مشترک پہلوؤں تک محدود رکھا جائے گا۔

۲۔ ہر مشترک پہلو کا مطالعہ ترتیب وار نمبر شمار اور عنوان سے شروع کیا جائے گا اور اختتام پر تقابل کا نتیجہ درج کیا جائے گا۔

۳۔ تحریر میں طوالت اور تکرار سے بچنے کے لیے علاّمہ محمد اقبال کے لیے اقبال جب کہ چودھری محمد افضل حق کے لیے افضل حق کے مختصر اسمأ لکھے جائیں گے۔

۴۔ تقابلی مطالعے کے دوران میں چربہ سازی کے مشینی فیصلے کے خوف سے دونوں کتابوں کے متون سے کم سے کم مثالوں کے اندراج پر اکتفا کیا جائے گا۔

۱۔ جاوید نامہ اور زندگی کے ملخص:

اس اجمالی تقابل کے آغاز میں دونوں تخلیقات کے خلاصے کا بالاختصار اعادہ کر لینا مناسب ہوگا۔

جاوید نامہ کا آغاز ہیرو (زندہ رود) کی مناجات سے ہوتا ہے۔اس کے بعد تمہیدِ آسمانی، نغمۂ ملائک، ''تمہیدِ زمینی'' کے عنوان سے تمہیدی اشعار ہیں جن میں اقبال کے معروف فلسفیانہ تصوّرات کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں اور کتاب میں شامل مباحث کے لیے ایک تمہیدی فضا بھی تشکیل پاتی ہے۔مثنوی میں ڈرامائی موڑ اس وقت آتا ہے جب زندہ رود 'برلبِ دریا' 'غروبِ آفتاب کے وقت' 'بے اختیار' رومی کی غزل پڑھنے لگتا ہے کہ رُوحِ رومی کی آمد ہوتی ہے۔ زندہ رود، رومی سے دریافت کرتا ہے کہ رُوح، زمان و مکان سے کیوں کر آزاد ہو سکتی ہے۔ ایسے میں روح زمان و مکان (زروان فرشتے کی صورت میں) ظاہر ہوتی ہے اور زندہ رود عالمِ بالا کی طرف روحِ رومی کے ہمراہ محوِ پرواز ہو جاتا ہے۔

عالمِ بالا کے اس سفر میں زندہ رود علی الترتیب فلکِ قمر، فلکِ عطارد، فلکِ زہرہ، فلکِ مریخ، فلکِ مشتری، فلکِ زحل اور آں سوئے افلاک سفر کرتا ہے۔ اور حضوری کے بعد خود کو واپس زیرِ فلک پاتا ہے۔ آخر میں ''خطاب بہ جاوید'' کے عنوان سے نژادِ نو سے مخاطب ہو کر اپنے تجربات کا حاصل بیان کرتا ہے۔ اس دوران میں مختلف افلاک پر اس کی ملاقات مختلف مشاہیر سے ہوتی ہے۔ ان مشاہیر سے ہونے والی گفتگو کے پیرائے میں شاعر اپنے افکار کی توضیح وتشریح کرتے ہیں۔ جن مشاہیر سے مکالمہ یا ملاقات ہوتی ہے ان میں عارفِ ہندی وشوا متر، جمال الدین افغانی، سعید حلیم پاشا، فرعون، کشنر، مہدی سوڈانی، منصور بن حلاج، مرزا غالب، قرۃ العین طاہرہ، نطشے، شرف النسائ، سید علی ہمدانی، ملّا طاہر غنی کشمیری، بھرتری ہری، نادر شاہ درانی، احمد شاہ ابدالی، سلطان ٹیپو شہید اور ناصر خسرو علوی شامل ہیں۔ دیگر مخلوقات میں ابلیس کے علاوہ زرتشتی مذہبی روایت کے فرشتوں زروان اور سروش کی دید ہوتی ہے۔

زندگی میں کوہِ شوالک کی چوٹی پر ایک صبح ہیرو کی ملاقات ہیروئن سے ہوتی ہے۔ دونوں اس طلسماتی ملک سے عالمِ خاک پر آ کر اہلِ دنیا کے سامنے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ مگر اُن کی پُرسکون متاہل زندگی اس وقت پریشانیِ خاطر میں بدل جاتی ہے جب ہیرو خانِ دوراں کے بہکاوے میں آ کر عیش وعشرت کی راہ اپنا لیتا ہے۔ عیاشی کی شہ خرچیاں پوری کرنے کے لیے رشوت خوری اور بددیانتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس روش کی وجہ سے آخرِ کار ملازمت سے معزول اور دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مگر عشرت سے عسرت تک کے سفر کی ذلت سے اس کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے۔ محنت مزدوری سے حالات بہتر بنا کر گھر کو لوٹتا ہے۔ ہیرو کے حالات میں ترقی دیکھ کر خانِ دوراں ایک بار پھر اسے عشرت کے سابقہ مشاغل کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ناکامی کی صورت میں اسے ترکِ دنیا کی صلاح دیتا ہے مگر ہیرو اس کی کسی چال میں نہیں آتا۔ البتہ خود فہمی اور کسبِ رزق کے زعم میں مذہب اور آخرت کے بارے میں متشکک ہو جاتا ہے۔ ایسے میں عالمِ مثال کے مشاہدات اُس کے شکوک رفع کر دیتے ہیں۔

نتیجہ: دونوں فن پاروں میں عالمِ بالا کے احوال ملتے ہیں۔ دونوں ہی میں ہیرو زمین سے فلک اور پھر واپس فلک سے زمین کا سفر کرتے ہیں اور ان اسفار کے ذریعے مصنفین اس دنیا اور مابعد کی زندگی کے حوالے سے اپنے مخصوص مذہبی واخلاقی نظریات کے ابلاغ کا اہتمام کرتے ہیں۔

۲۔ فنی اعتبار سے مشترک قدریں:

فنی اعتبار سے جاوید نامہ فارسی میں لکھی گئی مثنوی ہے۔ اقبال نے جاوید نامہ سے پہلے ''اسرارِ خودی''، ''رموزِ بے خودی''، ''گلشنِ رازِ جدید'' اور بعد میں ''مسافر'' اور ''پس چہ باید کرد'' کے عنوانات کے تحت معروف فارسی مثنویاں لکھیں۔ مگر جاوید نامہ میں موجود کہانی پن، کرداروں کی کثرت، مکالمہ نگاری، مناظر میں تحیّر وتغیّر اور مہم جوئی جیسے عناصر اسے نہ صرف مثنوی کی منظوم داستان کی روایت سے مربوط کرتے ہیں بلکہ کسی حد تک اس کا ناتا منظوم ڈرامے سے بھی جوڑ دیتے ہیں۔ غالباً اسی بنا پر بعض معروف اقبال شناس بھی جاوید نامہ

کے لیے آسمانی یا افلاکی ڈرامے یا ڈرامائی نظم کی تراکیب استعمال کرتے رہے ہیں۔

زندگی ڈھیلے ڈھالے مرکب پلاٹ کا اُردو ناول ہے جس میں مرکزی کہانی کے علاوہ مصنف کے مطلوب اخلاقی نتائج برآمد کرنے والی متعدد ضمنی کہانیاں بھی شامل ہیں۔ زندگی کی طلسماتی فضا اور داخلی آہنگ کا حامل اسلوب اسے کہانی کے داستانی عہد کا قرب عطا کر دیتے ہیں۔ کہانی کے بیانیہ انداز کے تحت زندگی کے متعدد مناظر کی جزئیات نگاری اتنی باریک بینی اور تفصیل سے کی گئی ہے کہ مرکزی کہانی سمیت زیادہ تر ضمنی کہانیوں کی ڈرامائی پیش کش ممکن ہو گئی ہے۔ مزید برآں جاوید نامہ اور زندگی میں مصنفین کا خود ہی مرکزی کردار ادا کرنا انھیں آپ بیتی کی صنف کے بھی قریب لے آتا ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی علی الترتیب مثنوی اور ناول ہیں تاہم دونوں تصانیف میں داستان، ڈرامے اور آپ بیتی کے عناصر کا پایا جانا مشترک قدریں ہیں۔

۳۔ مصنفین بطورِ ہیرو:

جاوید نامہ کا ہیرو یا مرکزی کردار' زندہ رودٗ ہے اور اس امر کے کافی داخلی اور خارجی ثبوت پائے جاتے ہیں کہ شاعر نے خود کو زندہ رود کا لطیف روپ دے کر سیرِ افلاک کی ہے۔

زندگی کے مصنف نے اگرچہ براہِ راست خود کو ناول کا ہیرو کہیں نہیں لکھا تاہم بے نام ہیرو کا واحد متکلم کے صیغے میں بیانِ واقعہ اور خصوصاً یہ اختتامی سطور ہیرو اور مصنف کا ایک ہی شخصیت ہونے کا تاثر پختہ کر دیتی ہیں:

> ''اُس شخص نے مجھے عشقِ مجازی کے کیف آور تصوّر سے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ میرا شانہ پکڑ کر ہلایا اور میں بیدار ہو گیا۔ رفیقۂ حیات کے حسین تصوّر سے نہیں بلکہ اس خوابِ گراں سے جو گورکھ پور جیل میں میری نگاہوں نے دیکھا تھا۔''[۲]

یاد رہے زیرِ بحث کتاب کے زمانۂ تصنیف (۱۹۳۰ء) میں مصنف گورکھ پور جیل میں مقید تھے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی کے راوی اور مرکزی کردار مصنفین خود ہیں۔

۴۔ اخلاقی تماثیل:

جاوید نامہ اور زندگی دونوں ہی کتابوں میں تمثیلی عناصر پائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں:

ا۔ تمثیل مقصدیت کی حامل وہ تحریر ہوتی ہے جس میں قارئین کی اخلاق سازی مطلوب ہو۔ جاوید نامہ اور زندگی دونوں ہی کتابوں میں نژادِ نو کے لیے اخلاقی نتائج مرتب کیے گئے ہیں۔ جاوید نامہ کے آخر میں اقبال کھُل کر اس کی مقصدیت واضح کرتے ہیں۔ وہ امتِ مسلمہ کے نوجوان سے مخاطب ہیں۔ وہ اسے کسی مردِ حق کی معیت میں حق شناسی کی نصیحت کرتے ہیں تا کہ کائنات میں اپنے مقام کا تعین کر سکے۔ اسی طرح زندگی کا اوّل و آخر مقصد برِ عظیم کے عوام خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں کی اخلاقی تربیت اور سماجی

تعمیر ہے۔

۲۔ تمثیل کی ایک شناخت اس کے اکہرے یا ٹائپ کردار ہوتے ہیں۔ زیرِ بحث دونوں تصانیف کے زیادہ تر کردار اسی صفت کے مالک ہیں۔ جاوید نامہ کے کردار تو وہ مشاہیر ہیں جو خا کی زندگی میں عرصۂ حیات گزار لینے کے بعد اب مزید اعمال و وظائف کی انجام دہی (یا کم از کم ان میں حک و اضافہ) سے معذور ہیں اور دُنیاوی زندگی میں کسی خاص بیانیے کے نفاذ وابلاغ میں مداومت کے نتیجے میں اس فلسفے کی تخصیصی علامت قرار پا چکے ہیں۔ مثلاً مولانا روم کو عارفِ تصوف، منصور حلاج کو فنا فی الحق، افغانی کو اتحادِ امت، ٹیپو سلطان کو جذبۂ حریت، میر جعفر و صادق کو غداری کی تمثیلی نظیریں قرار دیا جا سکتا ہے۔ مریخ کی نبیہ کو جاوید نامہ میں فرنگی تہذیب کی نمائندہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح زندگی کے بیشتر افسانوی کردار اکہرے اور اسمِ بامسمیٰ ہیں۔ خانِ دوراں، عشرت جہاں، عسرت جہاں، کاہل خان جیسا نام ویسا کام کی مثالیں ہیں۔ ضمنی کہانیوں کے بھی تقریباً تمام ہی کردار کسی اخلاقی خوبی یا خامی کے نمائندے ہیں۔

۳۔ تمثیل نگاری کا ایک اور لازمہ قصے کی دہری معنویت ہوتا ہے۔ کہانی کے استعاراتی، علامتی نظام کی بالائی سطح کھرچنے پر زیریں سطح جہاں اصل معنویت پائی جاتی ہے عیاں ہو جاتی ہے۔ جاوید نامہ کی پنہاں معنویت یوں بیان کی جا سکتی ہے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی پیروی (اقتدائے سلطان) کے ذریعے تعمیرِ ذات کر کے نہ صرف شخصی، قومی یا زمانی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے بلکہ زمان و مکان پر حاوی ہو کر معرفتِ حق حاصل کرنے، حیات بعد از موت میں دائمی فوز و فلاح سمیٹنے اور تجلیِ ذات سے بہرہ مند ہونے جیسے ماورائے عقل کارنامے بھی انجام دیے جا سکتے ہیں۔

زیریں سطح پر زندگی کا کہانی پن بالکل واضح ہے۔ انسان کو آزمائش کے لیے جنت (کوہِ شوالک) سے دارالعمل میں اتارا گیا۔ اس دنیا میں انجام دیے گئے اچھے برے اعمال کے نتائج بعض اوقات اسی جہان میں، نہیں تو ہر حال میں اگلے جہان میں بھگتنے ہوں گے۔ نجات صرف اجتماعی زندگی کے لیے بہترین کوششوں اور قربانیوں ہی سے ممکن ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی دونوں ہی کو اخلاقی تماثیل کہا جا سکتا ہے۔

۵۔ ڈیوائن کامیڈی بطورِ تصنیفی محرک:

عالمِ دیگر کی سیر کے ضمن میں دونوں مصنفین نے دانتے کی ڈیوائن کامیڈی کا حوالہ دیا ہے۔ اقبال نے ۴ نومبر ۱۹۳۱ء کو لندن میں اپنے شعر و فلسفہ کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''میری تازہ تصنیف جاوید نامہ حقیقت میں ایشیا کی ڈیوائن کامیڈی ہے۔''[۳۵]

اس کے برعکس افضل حق زندگی کے دیباچے میں ڈیوائن کامیڈی کو اپنی تصنیف کا محرک یا ماخذ تسلیم نہیں کرتے:

''زندگی کی تصنیف کا محرک نہ تقابل کا خیال تھا نہ کسی سے مطابقت مدِ نظر تھی۔۔۔اس کا ماخذ نہ ڈیوائنا کامیڈیا ہے نہ ابنِ عربی کی کوئی تصنیف''[۴]

تاہم بعض مماثلتیں ایسی ہیں جو زندگی پر کامیڈی کی کسی نہ کسی درجے کی اثر پذیری کی نشان دہی کرتی ہیں۔مثلاً:

۱۔ کامیڈی کا ہیرو ایک عورت (اپنی محبوبہ بیاترچے) کی معیت میں عالمِ بالا پر جاتا ہے بعینہٖ زندگی کا ہیرو بھی عورت (اپنی محبوب بیوی) کی مدد سے عالمِ بالا میں دارالمعائنہ اور دارالاصلاح کے سفر کے لیے روانہ ہوتا ہے۔

۲۔ کامیڈی کی طرح زندگی میں بھی دوزخ جنت کے احوال (گومختصر ہیں مگر) بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ اس سفر سے دونوں مصنفین کا مقصد حصولِ خیر ہے اور دونوں ہی خیر کا سرچشمہ مذہب (کامیڈی میں عیسائیت اور زندگی میں اسلام) کو قرار دیتے ہیں۔

۴۔ کامیڈی کا ہیرو دانتے ہے۔زندگی میں بھی ایسے اشارے ملتے ہیں جو خود مصنف ہی کو کہانی کا ہیرو نامزد کرتے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنف زندگی نے کامیڈی اور فتوحاتِ مکیہ کی اثر پذیری سے اعلانِ برأت کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ غالباً موصوف نے ان آفاقی تصانیف سے' تقابل' یا' تطابق' کے شائبے (یا دعوے) کے تاثر سے بچنے کے لیے یہ پیش از واویلا اہتمام کیا ہوگا۔

نتیجہ:موضوع اور پیش کش میں یکسانیت اس امر کی دلیل ہے کہ جاوید نامہ کی طرح زندگی کی تصنیف میں بھی ڈیوائن کامیڈی (خواہ لاشعوری سطح پر ہو) مخل ضرور تھی۔مصنف زندگی کا کامیڈی کو محرک ماننے سے انکار بھی اس بات کا اقرار ہے کہ انھوں نے کامیڈی کے بارے میں کسی حد تک سُن پڑھ رکھا تھا۔

۶۔ تصنیفی وجوہ:

یہاں ایک سوال یہ ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ مصنفین ان افلاکی اسفار کو جاوید نامہ اور زندگی کی صورت میں کیوں رقم کرنا چاہتے تھے؟ یعنی ان کتابوں کی وجۂ تصنیف کیا تھی؟ جاوید نامہ کی معنوی جہات تین ہیں۔یہی جہات در اصل اس کی تصنیفی وجوہ بھی ہیں۔ واقعۂ معراج کے امکانات کا فلسفیانہ اثبات پہلی جہت ہے۔شاعر یہ نظریہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ انسان زمان و مکان کا قیدی ہے اور معراج پر ایقان اور اس کی عقلی و روحانی تعبیرات کا ادراک ہی اس قید سے نجات کا باعث ہوسکتا ہے۔اقبال کے معروف شارح اور ہم عصر چودھری محمد حسین کے یہ الفاظ کہ ''جاوید نامہ دراصل معراج نامہ ہے۔''[۵] جاوید نامہ کی اس جہت یا وجۂ تصنیف کے تعین میں فیصلہ کن شہادت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دوسری جہت یہ کہ دانتے نے ڈیوائن کامیڈی کی صورت میں ایک شاہکار آسمانی نظم سال ۱۳۲۱ء میں

اطالوی زبان میں لکھی تھی۔ کامیڈی میں سیرِ افلاک کی اسلامی روایات کو پیشِ نظر رکھ کر شاعر نے عیسوی مذہبی عقائد کو موٴثر ادبی پیرائے میں بیان کیا تھا۔اس کتاب کی قبولیت میں تسلسل نے اقبال کے دل میں بھی ایسا ہی ادبی شاہکار شعری پیرائے میں تخلیق کرنے کا خیال پیدا کیا۔چنانچہ جاوید نامہ کو خود بھی ایک موقع پر ایشیا کی ڈیوائن کامیڈی قرار دیا۔[۶]

اس تصنیف کا تیسرا اہم مقصد اپنے عہد کے انسان کو درپیش معاملات کے بارے میں راہنمائی فراہم کرنا تھا۔اسی ضمن میں ۴رنومبر ۱۹۳۱ء کو لندن میں دیے گئے لیکچر میں فرمایا:

''اس تصنیف میں دورِ حاضر کے تمام جماعتی، اقتصادی، سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور اصلاحی مسائل زیرِ بحث آ گئے ہیں۔''[۷]

زندگی معراجِ نبویؐ کی فلسفیانہ توجیہہ تو نہیں کہلا سکتی البتہ اس کے عالمِ بالا کے سفر کو بھی صرف واقعہ معراج ہی جواز بخشتا ہے۔ عالمِ بالا کے سفر کے نتیجے میں مذہبی تشکیک (جس کا شکار کہانی میں ہیرو ہوا اور عملی زندگی میں کوئی دوسرا بھی ہوسکتا ہے) کو رفع کرنا اس کی اوّلین جہت ہے۔

زندگی کی دوسری تخلیقی جہت یاوجۂ تصنیف مصنف کا قارئین کی اخلاقی تربیت کا مقصد ہے۔علاّمہ اقبال کی طرح افضل حق بھی برِعظیم کے عوام خصوصاً ملتِ اسلامیہ کے خیر خواہ اور مصلحِ اخلاق تھے۔اپنے خاص اخلاقی مقاصد کے لیے انھوں نے کارزارِ سیاست اور کشت زارِ ادب میں بیک وقت حصّہ لیا۔مگر یاد رہے ان کا نظریۂ اخلاق بڑی حد تک مذہب (اسلام) سے ماخوذ ہے۔چنانچہ کہتے ہیں:

''زندگی خیر الناس من ینفع الناس کی تفسیر ہے اور لوگوں میں زندگی کا شعور پیدا کرنے کی ایک سعی ہے۔عزیزوں اور ہمسایوں کے حقوق کی نگہداشت کرنے اور خدمتِ خلق کے جذبے کو بروئے کار لانے کی ایک کوشش اور کاوش ہے۔''[۸]

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی کی تصنیفی وجوہات میں سے ایک مشترکہ وجہ اپنے عہد کے انسان کی کامیابی کے لیے ایک راہِ عمل کا تعین کرنا ہے۔ دوسرا اشتراک یہ ہے کہ دونوں ہی تصانیف میں عالمِ بالا کے اسفار واقعۂ معراج ہی کے پس منظر میں قابلِ قبول ہیں۔اگر ایک طرف جاوید نامہ میں معراجِ نبویﷺ کی فلسفیانہ توضیح مقصود ہے تو دوسری طرف زندگی کے انسان دوست اخلاقی نظریے کا ماخذ بھی 'خیر الناس من ینفع الناس' کی حدیثِ نبویﷺ ہے۔یعنی پیغمبرِ اسلامﷺ کی ذاتِ عالی شان سے اثر پذیری ہر دو مصنفین کا وہ نقطۂ اتصال ہے جس کے توسیعی فکری مظاہر جاوید نامہ اور زندگی کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔البتہ اقبال کے برعکس افضل حق کامیڈی کو زندگی کا محرک نہیں مانتے۔

۷۔سماجی و زمانی پس منظر:

جاوید نامہ کا سماجی تناظر کرۂ ارض ہے۔گو سیرِ افلاک کے فکری پس منظر میں (واقعۂ معراج کے

اثبات، اسلام گریز نظریات کے رد،آیات، احادیث ،اسلامی تلمیحات کے استعمال کی وجہ سے) زیادہ تر اسلامی دنیااور جغرافیائی پس منظر میں(زندہ رود یعنی اقبال کے وطن، سلطان ٹیپو کی نہر کاویری، شرف النسأ بیگم کے محل وغیرہ کی نقشہ گری کی صورت میں) اسلامی ہند ہے تاہم قدیم زرتشتی روایات، یورپ کے بعض مفکرین (مثلاً کارل مارکس اورنطشے) کے افکار،بعض نظام ہائے سیاست ومعیشت(مارکسزم، سرمایہ داری، جمہوریت) کے مباحث اور مغرب کے بعض معاشرتی رجحانات (مثلاً مادیت پرستی، ترکِ امومت) اور ڈیوائن کامیڈی سے مسابقے کو زیرِ بحث لانے کی وجہ سے ان کے مباحث کا پس منظر عالم گیر ہو گیا ہے۔خود شاعر کا جاوید نامہ کا مرکزی کردار ہونا، جاوید سے خطاب کرنا ، اشتراکیت اور سرمایہ داری کی کشمکش کا بیان اسے زمانی اعتبار سے اپنے تصنیفی زمانے (۱۹۳۰ء) سے متعلق کر دیتے ہیں۔

افضل حق کی زندگی کا سماجی اور زمانی پس منظر بھی بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی عشروں کا برِعظیم یا زیادہ صحیح الفاظ میں برطانوی عہد کا پنجاب ہے۔مصنف نے اس پس منظر کو ابھارنے کے لیے بالواسطہ ذرائع استعمال کیے ہیں۔ زیادہ تر کرداروں کا مسلمان ہونا، برطانوی عہد کے نظامِ حکومت و معاشرت کو بیان کرنا، پنجابی زمین دار،سکھ زمین دار،راجپوت تفاخر،مسجد مندر کا جھگڑا، جینے مرنے کی رسومات،جنازہ،نامۂ اعمال،اعراف، جنت، دوزخ،نورانی مخلوق جیسی متعدد اصطلاحات **زندگی** کے ہند اسلامی کلچر کی غماز ہیں۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی دونوں کتابوں میں زمان و مکان کے پس منظر کی گتھی کہیں بھی دوٹوک انداز میں نہیں سلجھائی گئی تاہم ایسی متعدد داخلی شہادتیں موجود ہیں جو ان کتب کو زمانی اعتبار سے بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں کے چوکھٹے میں نصب کرتی ہیں اور ان کے ہند اسلامی پس منظر کی نشان دہی کرتی ہیں۔ کچھ فرضی پہاڑوں کے نام لانے اور ان دیکھے قطعات کی منظر کشی کے باوجود افلاک کی سیاحت کے دوران میں بھی دونوں مصنفین کے ساتھ ان کا زمینی و زمانی پس منظر چپکا رہتا ہے۔

۸۔ جہانِ دیگر تک رسائی کے ذرائع:

جاوید نامہ اور زندگی ہر دو کتب میں عالمِ دیگر تک رسائی کے لیے مذہبی (بالخصوص اسلامی) روایت کا سہارا لیا گیا ہے۔ بیشتر مذاہب میں حیات بعد از موت ،حیاتِ جسم و روح اور عالم بالا میں سزا و جزا کا تصوّر موجود ہے۔اسلامی تاریخ میں واقعہ معراج اور قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰؑ کی دیدِ باری تعالیٰ کی شدید خواہش کی روایت موجود ہے۔ انھی مسلمہ روایات سے مستفید ہو کر فتوحاتِ مکیہ جیسی معروف اور رسالۃالغفران، سیرالعباد المعاد، رسالۃالنفس وغیرہ جیسی بعض کم معروف کتب تصنیف کی گئیں۔اسی پس منظر میں زیرِ بحث کتب کے مصنفین نے جہانِ دیگر تک رسائی پائی۔ جاوید نامہ میں زندہ رود ،زروان فرشتے (جو زرتشتی مذہبی روایت میں زمان ومکان کا حاکم ہے) سے قیدِ زمان و مکان سے آزادی کا راز (حدیثِ لی مع اللہ کی باز خوانی کی صورت میں) پاتا ہے جس کے نتیجے میں 'سبک تر' بدن اور 'سیارتر' جان کے ساتھ عالمِ خاک سے عالمِ بالا کی طرف

پرواز کرتا ہے۔ زرتشت مذہب کے فرشتے زروان کو بیچ میں لا کر شاعر نے اُن ممکنہ اعتراضات سے بچنے کی پیش بندی کی ہے جو اسلامی روایت میں موجود کسی فرشتے کو راہبر بنانے کی صورت میں اسلامی حلقوں کی طرف سے اُٹھائے جاسکتے تھے۔

زندگی میں اس مقصد کے لیے عالمِ خواب میں ہیرو کی موت اور تدفین ہوتی ہے۔ فرشتوں کی اعمال شماری کے بعد، عذابِ قبر اور پھر تنگیِ قبر کو قیدِ زمان و مکان کی آزادی سے اس فن کارانہ مہارت سے بدلا گیا ہے کہ ہیرو کے ساتھ ساتھ قاری بھی غیر محسوس طریقے سے جہانِ دیگر میں پہنچ جاتا ہے:

''قبر کی وسعت نے خدا جانے کتنے جہانوں کو گھیر لیا تھا۔ کہ جاتے جاتے کہیں دیوار نہیں ملی۔ معلوم ہوا کہ میں ایسی دنیا میں آ گیا ہوں جہاں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں''[۹]

اس عمل میں برتی گئی اصطلاحات (لحد، جنازہ، قبر، روزنامچے تھامے دوہستیاں، عذابِ قبر، وسعتِ قبر وغیرہ) اور ترتیبِ واقعات (دارالعمل یعنی دُنیا کی زندگی، موت، تدفین، اعمال نامہ پیش ہونا، عذابِ قبر، قیامت، حساب کتاب، جہنم، اعراف، بہشت) کی اسلامیت واضح ہے۔

زندگی میں بہشتِ بریں سے واپس عالمِ خاک میں آنے کے لیے بھی مصنف نے خاصا ڈرامائی اہتمام کیا ہے۔ ہیرو بہشتِ بریں میں 'عشق زار' کے مکینوں (جو راہِ خدا میں جان وار چکے ہیں) کے دیدار کی خواہش کرتا ہے تو ہمراہی اسے واپس وادیِ محبت (جو دراصل شوالک کی چوٹی یعنی دارالعمل ہے) میں پہنچا کر عشق زار کی حقیقت یوں منکشف کرتا ہے:

''عشقِ حقیقی کی منزل یعنی شہیدوں کی بستی کچھ دور نہیں۔ کاش! تو وہاں پہنچ سکتا۔ خلاقِ اکبر نے اس سے زیادہ آرام دہ اور خوب صورت جنت کوئی نہیں بنائی۔''[۱۰]

جاوید نامہ میں عالمِ خاک پر واپسی کا عمل سُرعت سے انجام پذیر ہونے کے باوجود کلیمؑ وطور کی مسلّمہ روایت کے تناظر میں منطقی لگتا ہے۔ زندہ رود جب ذاتِ حق کی صفتِ جمال سے مضامینِ غیب کے بارے میں سوال کرتا ہے تو اچانک صفتِ جلال ظاہر ہوتی ہے۔ زندہ رود جلوہ مست اور بے زبان ہو کر خود کو واپس زیرِ فلک پاتا ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی میں عالمِ بالا تک رسائی اور واپسی کے اہتمام میں دونوں مصنفین نے مذہبِ اسلام کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔

۹۔ کردار نگاری:

جاوید نامہ اور زندگی دونوں ہی فن پاروں میں اُن کے مقصدِ تخلیق کی توضیح کے لیے متعدد کردار لائے گئے ہیں۔ جاوید نامہ کے کردار حقیقی ہیں اور اقبال نے جہاں جاوید نامہ کے کرداروں کے منہ میں اپنی زبان رکھی ہے وہیں حقیقی زندگی میں اُن کی وجۂ شہرت کا استعاراتی استعمال بھی کیا ہے۔ مثلاً مولانا روم مضامینِ

حکمت ومعرفت کی عقدہ کشائی (مثنوی معنوی کی صورت میں) جلال الدین افغانی اتحادِ ملتِ اسلامیہ (پان اسلام ازم کی تحریک کی صورت میں) اور سلطان ٹیپو (سرنگا پٹم میں شہادت کے باعث) جذبۂ حریت کی مسلّمہ علامتیں ہیں۔اسی طرح میر جعفر و صادق غدارانِ ملت ووطن کے طور پر بدنام ہیں۔ جاوید نامہ میں جب یہ کردار سخن آرا ہوتے ہیں تو اقبال کی قوّتِ اظہار کے ساتھ ساتھ ان شخصیات کا بھلا بُرا تاثر بھی موضوعِ زیرِ بحث کی عقدہ کشائی میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

زند گی کے کردار فرضی ہیں اور یہاں بھی مصنف ان کی ساکھ یا رسوائی کو اپنے دعوے کی نظیر کے طور پر برتتا ہے مگر ان کرداروں نے اپنی نیک نامی یا بدنامی کی تمثیلی حیثیت زند گی کی تخیلاتی فضا میں جہد یا جہالت کے تسلسل سے حاصل کی ہے۔مثلاً مراکش کی عورت حریت پسندوں کی ان تھک حمایت کی وجہ سے جذبۂ آزادی کی اور لاجونتی عمر بھر فلاحی منصوبوں پر عمل پیرا ہو کر خدمتِ خلق کی علامات بن جاتی ہیں تو پنجابی زمین دار سالہا سال کی استقامت کے بعد مذموم معاشرتی رسوم سے انکار اور معلم ناموافق ماحول میں خندہ پیشانی سے سوئے منزل گامزن رہنے کے استعارے قرار پاتے ہیں۔یہاں مصنف زند گی کے بعد میں آنے والی تصنیف آزادیِ ہند میں ہری پربت کی طلسماتی فضا میں ایشیا کے بہی خواہوں (مصطفیٰ کمال، حکیم اجمل خان، محمد علی انصاری، دیش بندھو داس اور انور بے شہید) کی مجلس اور ان کے اصلاحی افکار کے بیان کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ممکن ہے آزادیِ ہند میں مذکورہ مشاہیر کے افکار سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ جاوید نامہ کا رہینِ منت ہو۔

نتیجہ: جاویدنامہ کے زیادہ تر کردار معروف ،منتخبِ روزگار اور اپنی پہچان آپ ہیں۔اس کے برعکس زند گی کے کردار غیرمعروف ،افسانوی اور اپنی استعارتی حیثیت کے لیے مصنف کے مرہونِ منت ہیں۔اسی وجہ سے اوّل الذکر کے مقاصد یا مطالب کا دائرہ ثانی الذکر سے وسیع تر ہے۔

۱۰۔ابلیس کا کردار:

ابلیس دونوں کتابوں میں ایک اہم کردار کے طور پر موجود ہے۔بلکہ زند گی میں تو ابلیس ہی کی کارستانیاں کہانی کے پھیلاؤ کی وجہ بنتی ہیں۔ہیرو ابلیس کے دامِ تزویر میں الجھ کر گمراہی اور گناہ کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔زند گی میں ابلیس کو خانِ دوراں کا نام دیا گیا ہے۔خانِ دوراں کا تلبیسِ باطن کے لیے اہتمام ملاحظہ کیجیے:

> ''یہ ایک معمّر بزرگ تھے۔سفید انگرکھا زیبِ تن تھا۔ ڈاڑھی ناف سے بھی قدرے نیچی تھی۔موںچھیں تراشیدہ تھیں۔ایک لمبی تسبیح کے دانوں پر انگلیاں اس طرح پھر رہی تھیں جیسے کہنہ مشق استاد کی انگلیاں ہارمونیم پر۔''[۱۱]

اسی طرح خانِ دوراں (یعنی ابلیس) کا تجربۂ تخریب ظاہر کرنے کے لیے ایک اور موقع پر اس کے لیے' کوزہ پشت' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے:

> ''ایک دن شام کو وہی کوزہ پشت بوڑھا خانِ دوراں مجھے بازار میں ملا۔''[۱۲]

زندگی میں ابلیس اور اس کی ریشہ دوانیاں نہایت اہم ہیں ۔ یہ ناصح مشفق بن کر ہیرو کو اخلاق سوزی، ضمیر فروشی اور ارتکابِ گناہ کے رستوں پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔یہیں سے کہانی میں خیر وشر کی کشمکش شروع ہوتی ہے۔مصنف کو دارالمعائنہ اور دارالاصلاح کے مشاہدے کے بعد مطلوب اخلاقی نتائج مرتب کرنے کا موقع ملتا ہے۔

جاوید نامہ میں ابلیس (جسے خواجۂ اہلِ فراق کا لقب دیا گیا ہے) فلک مشتری پر نمودار ہوتا ہے۔ یہ پیر مرد تاریکی میں سرمئی قبا پہنے پیچ در پیچ دھوئیں میں غرق ظاہر ہوتا ہے:

ناگہاں دیدم جہاں تاریک شد　　از مکاں تا لامکاں تاریک شد
اندراں شب شعلۂ آمد پدید　　از درونش پیر مردے بر جہید
یک قبائے سرمئی اندر برش　　غرق اندر دود پیچاں پیکرش [۱۳]

ابلیس اپنے کیے پر نازاں ہے یا کم از کم اس کا دفاع کرتا ہے۔سوزِ فراق کو سازِ زندگی قرار دیتا ہے۔البتہ آدم زاد کی فطرتِ خام اورعزمِ ضعیف کا شاکی ہے ۔ اس کے خیال میں یہ ایسا حریف ہے جو ایک ضرب کی تاب بھی نہیں لا سکتا۔ ایسے تن آسان حریف نے خود ابلیس کو بھی پست ہمت بنا دیا ہے۔چنانچہ آرزومند ہے کہ اس کا سابقہ کسی مردِ حق پرست سے پڑے تو شاید لذتِ شکست پالے۔

جاوید نامہ اور زندگی دونوں فن پاروں میں ابلیس کے غیاب کے منظر میں خاصی مشابہت پائی جاتی ہے۔ پہلے جاوید نامہ میں ابلیس کے جانے کا منظر دیکھیے:

اندکے غلطید اندر دودِ خویش
باز گم گردید اندر دودِ خویش [۱۴]

اب زندگی میں ابلیس کی 'عالمِ ناسوت' سے 'عالمِ لاہوت' کو روانگی دیکھیے:

> ''اُس کی ناک سے سگریٹ کے دھوئیں کی طرح غبار سا اُٹھا اور بتدریج پھیلنا شروع ہوا۔اس دھوئیں میں سے ایک کریہہ شکل نمودار ہوئی جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔دانت باہر نکلے ہوئے تھے، ناک لمبی اور خمیدہ، سر کے بال چھوٹے چھوٹے تیروں کی طرح کھڑے تھے۔جوں جوں دھواں پھیلتا گیا یہ شکل قد میں بڑھتی گئی مگر اس کے نقوش مدھم پڑتے گئے۔ حتّٰی کہ وہ غائب ہوگئی۔''[۱۵]

نتیجہ: مصنف زندگی نے ابلیس کے کریہہ نقوش زیادہ شدت سے ابھارے ہیں۔وجہ یہ کہ موصوف ابلیس یا شیطان کے حوالے سے اس عمومی نقطۂ نظر کے قائل ہیں جس میں اس منفی کردار کا کام سیدھے سادے آدم زاد کو گمراہ کرنا ہے۔ جب کہ اقبال ابلیس کو باوجود منفی کردار سمجھنے کے کائنات میں ایک ایسی مخالف قوت سمجھتے ہیں جو ہمہ دم نہ صرف حضرتِ انسان کی حق شناسی کی حریفانہ آزمائش کرتی رہتی ہے بلکہ اسے خود بین وخود شناس بنا کر اس کی صلاحیتوں کو صیقل کرتی ہے۔

۱۱۔منظر نگاری:

جاوید نامہ اور زندگی ہر دو کتب میں کئی ایک مقامات پر منظر نگاری کی گئی ہے۔اگرچہ عالمِ بالا کی منظر کشی آسان نہیں تاہم مسلّمہ شاعر اور نوآموز نثر نگار نے (یاد رہے زندگی افضل حق کی پہلی تخلیقی تصنیف ہے) اپنی اپنی استعداد اور میلانِ طبع کے مطابق ان مناظر میں تخیل کے رنگ بھرے ہیں۔ دونوں ادیبوں کا جنت (جو مذہبی ایقان کے مطابق حُسن وخوبی اور آسائش و راحت کی منتہائے کمال ہے) کی لفظی تصویر سازی کے دشوار تر چیلنج سے عہدہ برا ہونے کا انداز ملاحظہ کیجیے:

لالہ ہا آسودہ در کہسار ہا　　نہر ہا گردندہ در گلزار ہا
غنچہ ہائے سرخ و اسپید و کبود　　از دمِ قُدوسیاں او را کشود
آب ہا سیمیں ، ہوا ہا عنبریں　　قصر ہابا قبہ ہائے زمردیں
خیمہ ہا یاقوت گوں زرّیں طناب　　شاہداں باطلعتِ آئینہ تاب [۱۶]

''رواں پانی میں وہ ترنم تھا کہ موسیقی کے جان فزا نغمے مات تھے۔باغ کے گل حسن و رنگ کے بہترین نمونے تھے۔سبز ڈالیوں نے پھولوں کے نیلے پیلے گہنے پہن رکھے تھے۔ان پھولوں کی کٹوریوں میں نورانی شراب کی شبنم جھلک رہی تھی ۔لالہ وسمن میں وہ نزہتیں تھیں کہ آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔بُلبلِ رنگیں نوا کے ترانے محبت کے دلکش راگ سے زیادہ میٹھے تھے۔ ہوائیں عطر میں ڈوب کر آتیں اور کیف برساتی تھیں۔یہاں سونے کی عمارتوں پر لعل و جواہر کے گنبد اک شان پیدا کر رہے تھے۔'' [۱۷]

منظر نگاری کی طرح دونوں کتابوں میں سراپا نگاری کے بھی بعض عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ جاوید نامہ میں سروش فرشتے کے خط و خال ایسی مہارت سے ابھارے گئے ہیں کہ ممدوح کے ظاہری حُسن کے علاوہ اُس کی لطافتِ روحانی کو بھی گویا صوری روپ عطا کر دیا گیا ہے۔زندگی میں بھی جہاں ہیروئن کے حُسنِ صورت کو نمایاں کیا گیا ہے وہیں اُس کے باطنی جمال کو عیاں کرنے کے لیے اُس کے گرد تقدس کا پُر نور ہالہ کھینچ دیا گیا ہے۔

نتیجہ: جہانِ دیگر کے مناظر کی تصویر کشی ایک مشکل کام تھا۔دونوں مصنفین نے اس مشکل سے بار بار عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی ہے۔ جاوید نامہ کے خالق ایک منجھے ہوئے شاعر تھے، اس لیے اس باب میں ان کی کامیابی اچھنبے کی بات نہیں البتہ افضل حق کی کاوشیں خصوصی تحسین کے لائق ہیں۔

۱۲۔قیدِ زمان و مکان سے رہائی:

زمان و مکان کی قید سے رہائی جاوید نامہ کا بنیادی موضوع ہے۔آثارِ اقبال سے اس بات کے کافی شواہد ملتے ہیں کہ زمان و مکان کا مسئلہ ایک مدت تک اقبال کے حاسۂ خیال میں مرکزِ غور وفکر بنا رہا۔مثلاً جاوید نامہ کی تخلیق سے کئی سال پہلے اپنے ایک خط محررہ ۵/اکتوبر ۱۹۲۱ء میں سید سلیمان ندوی سے استفسار کرتے ہیں:

''کیا حکمائے صوفیۂ اسلام میں سے کسی نے زمان و مکان کی حقیقت پر بھی بحث کی ہے؟''[۱۸]

اسی طرح لفظ 'بسلطان' (جو جاوید نامہ میں زمان و مکان کے طلسم کو توڑنے کا ایک ذریعہ بتایا گیا ہے) کے معانی کی تلاش میں ۵/اگست ۱۹۲۶ء کو ایک خط ماسٹر محمد عبداللہ چغتائی کے نام اس عنوان سے لکھتے ہیں:

''آپ کے پاس راغب اصفہانی کی مفردات ہو تو چند روز کے لیے بھیج دیجیے یا خود لے کر آیئے۔ لفظ 'سلطان' اور 'شان' جو سورۃ الرحمٰن میں واقع ہوئے ہیں اُن کے معانی دیکھنا مطلوب ہیں۔''[۱۹]

نثری نمونوں کے علاوہ جاوید نامہ سے قبل کی شاعری میں بھی متفرق مقامات پر زمان ومکان کے مباحث مل جاتے ہیں جس سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ اقبال ماورائے زمان و مکان کے امکانات پر مسلسل غور کرتے رہے تب جا کر اپنے نتائجِ فکر کو جاوید نامہ میں پیش کیا۔ اُن کے خیال میں انسان زمان ومکان کی قید سے نجات حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور اس تشنہ خواہش کو پیغمبرِ اسلام ﷺ کے واقعۂ معراج کے تناظر میں ہی شاد کام کیا جا سکتا ہے۔ افلاک انسانی دسترس میں آ سکتے ہیں مگر صرف اس صورت میں جب'' وہ راکب بنے اور زمان و مکان کی حقیقت اس کی مرکب ہو۔''[۲۰]

چونکہ زندگی کا سٹیج بھی بیک وقت عالمِ خاک اور عالمِ بالا ہے، اس کے ہیرو کو افلاک سے زمین، زمین سے افلاک اور واپس افلاک سے زمین کے طویل ترین اسفار پیش آتے ہیں اس لیے زمان و مکان کے حوالے سے اسے بھی کوئی نظریہ اپنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضمن میں ہیرو جب بیوی سے وطنِ مالوف (عالمِ بالا) کی دُوری کا پوچھتا ہے تو جواب ملتا ہے:

''دھند کا باریک پردہ درمیان ہے۔ نظر اٹھاؤ تو دُور دکھائی دیتا ہے، چل پڑو تو چشمِ زدن میں جا پہنچو۔ جس طرح آنکھ کھلنے پر ہم نے اپنے آپ کو یہاں پایا، بس آنکھ بند ہوتے ہی وہاں موجود۔''[۲۱]

خواب میں ہیرو کی موت کے بعد اس کی نظر جہت کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے اور تدفین کے بعد قبر کے اندر زمان و مکان کی قید بھی باقی نہیں رہتی:

''مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ میری نگاہ جہت کی قید سے آزاد ہو گئی ہے۔ میں جدھر چاہوں بغیر آنکھیں پھیرے اور سر ہلائے دیکھ سکتا ہوں۔''[۲۲]

اسی طرح آگے جا کر لکھتے ہیں:

''قبر کی وسعت نے خدا جانے کتنے جہانوں کو گھیر لیا تھا کہ جاتے جاتے کہیں دیوار نہ ملی۔ معلوم ہوا کہ میں ایسی دنیا میں آ گیا ہوں جہاں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں۔ خدا جانے کتنے منٹ، گھنٹے، سال اور قرن یونہی گزر گئے۔''[۲۳]

نتیجہ: دونوں فن پاروں میں انسان قیدِ زمان و مکان سے رہائی پا لیتا ہے تاہم جاوید نامہ میں زمان

ومکان سے نجات جیتے جاگتے آدمی کی نجات ہے ۔ اس کے برعکس زندگی میں زمان و مکان سے رہائی بعد از مرگ ممکن ہوتی ہے جس کا ذمہ دار انسانی ارادے کے بجائے زندگی کا خود کار ارتقائی سفر ہے۔

۱۳۔حیات بعد الموت:

حیات بعد الموت سے اقبال کو خاص دلچسپی رہی ہے۔ اس حوالے سے دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر انڈیا سوسائٹی لندن کی دعوت پر لیکچر دیتے ہوئے فرمایا:

"میرا کوئی منظم و مرتب فلسفہ نہیں ہے، البتہ فلسفے کے ایک مسئلے حیات بعد الممات کے ساتھ مجھے خاص دلچسپی ہے۔" [۴۴]

اس تناظر میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جاوید نامہ میں تو ہے ہی بڑی حد تک حیات بعد الموت کے مسئلے کا بیان۔اس مثنوی میں اگر ایک طرف شاعر نے مختلف افکار کو خاصی وضاحت سے بیان کیا ہے تو دوسری طرف ان افکار کی پیش کش کے لیے اپنائی گئی اسکیم (پلاٹ، مختلف افلاک کے مناظر، ماضی کی نامی شخصیات سے ملاقات و مکالمہ) میں بعد از مرگ زندگی کے تسلسل کو احاطۂ فکر میں سمیٹنے کی کاوش کی ہے۔اس کتاب میں شامل بیشتر کردار ہماری دنیا میں عرصۂ حیات کی تکمیل کے بعد اور دنیاؤں (یا افلاک) پر زندہ موجود ہیں ۔یعنی یہ کہ دُنیاوی موت رُوح کی جسمانی قالب سے محرومی کا نام ہے۔اور اس جہان سے تعدیم کے بعد رُوح کسی نئے جہان میں (جو غالبًا ارضی زندگی کے اعمال کے نتیجے میں عطا کیا جائے گا) قائم رہے گی۔

جاوید نامہ میں افلاک پر صرف مشاہیر ہی کی زندگی کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شاید اقبال مشاہیر ہی کی حیات بعد از موت کے قائل ہیں لیکن اس تاثر سے یہ قطعی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ صرف مشاہیر کی دوامی زندگی کے قائل ہیں ۔ایک تو اس وجہ سے کہ جاوید نامہ کی تخلیق سے اقبال کا مقصود اپنے عہد کے انسان کو درپیش مسائل سے آگاہ کرنا اور راہنمائی فراہم کرنا تھا اور اس مقصد کے لیے انھیں اپنے نتائجِ فکر کو تقویت دینے کے لیے مشاہیر ہی کی تائیدی آرا کی ضرورت تھی۔ دوسرے یہ کہ اقبال یا ان کے ممدوح کرداروں نے جو فلسفۂ زندگی پیش کیا ہے اس میں گفتگو انھیں عوام ہی سے ہے اور مقصد بھی عام کو خاص بنانا ہے۔

افضل حق نے بھی زندگی میں موت کے بعد دارالمثال، دارالمعانہ، دارالاصلاح میں قیامت سے پہلے انسانی زندگی کے تسلسل کا تصوّر دیا ہے۔البتہ ان کے کردار عام انسان ہیں ۔ایسے انسان جو ہمیں اپنے اردگرد اچھے برے کام کرتے نظر آتے ہیں۔ان میں سامراجی تسلط کے خلاف جذبۂ حریت کو تحریک دینے والے، چھوٹے بڑے فلاحی ادارے چلانے والے، اصلاحی انجمنیں قائم کرنے والے تعلیم وتربیت کا انتظام کرنے والے مضر معاشرتی رسوم سے بغاوت کرنے والے، دوسروں کو نقصان پہنچانے والے منفی کردار اور عوام الناس کے ہجوم نظر آتے ہیں۔

نتیجہ: کہا جا سکتا ہے کہ جاوید نامہ اور زندگی دونوں ہی کتابوں میں ارضی زندگی کے بعد اور قیامت سے پہلے زندگی کے امکانات کی صورت گری کی گئی ہے۔ان کے مصنفین کے خیال میں کُرۂ ارض پر موت واقع

ہونے سے زندگی موقوف نہیں ہوتی بلکہ ترکِ قالب کے بعدرُوح دیگر افلاک پر زندگی کا تسلسل قائم رکھتی ہے۔ اگر چہ واقعۂ معراج (جس میں پیغمبرِ اسلامﷺ کی ملاقات مختلف افلاک پر مختلف انبیاؑ سے ہوتی ہے) کے تناظر میں افلاک (نہ کہ سیاروں) پر زندگی کے امکانات کو تقویت ملتی ہے (اور غالباً اقبال نے معراج کے تتبع میں ہی نظامِ شمسی کے سیاروں کو افلاک بھی کہا ہے) تاہم اس باب میں اقبال اور افضل حق کے نظریات کو مکمل طور پر اسلامی روایات سے ہم آہنگ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

۱۴۔حیاتِ ارضی کے لیے ضابطۂ اخلاق:

دونوں کتب میں حیات بعد الموت کے مناظر سامنے ضرور لائے گئے ہیں مگر دونوں کا مقصد حیاتِ ارضی کو با مقصد اور ابدی بنانا ہے۔ جاوید نامہ میں شامل مباحث کے حوالے سے اقبال کا اپنا یہ بیان اس ضمن میں دال ہے کہ اس تصنیف میں وقت کے بیشتر سیاسی وسماجی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔[۲۵]

اقبال کے نزدیک حکمت خیرِ کثیر ہے۔حکمت یعنی علم سے افلاک کے راز فاش ہوتے ہیں۔علم سے انسان پر موجودات اور کائنات کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے۔حتیٰ کہ اس کی بدولت انسان افلاک کی بلندیاں سر کرسکتا ہے۔ البتہ اُن کے ہاں حکمت سے مراد وہ علم ہے جس میں سوزِ دل شامل ہو ورنہ یہی علم بحر و بر کی تاریکی و بربادی کا نام اور طاغوت کا آلہ بن جاتا ہے۔انسان کا مقدرُ انی جاعل فی الارض خلیفۃ‘ (آدم کے لیے نیابتِ الٰہی کی قرآنی نوید) ہے۔ جملہ کائنات اس کے دستِ تصرف میں ہے۔

حکومتِ الٰہی میں انسانوں کی فلاح ہے۔ مردِ حق حکومتِ الٰہی میں آزادی اور عدل و انصاف سے کام لیتا ہے۔زیرِ گردوں حکومتیں ناانصافی کی قاہری سے قائم ہوتی ہیں اس لیے ماسوااللہ کی حکومت کافری ہے جس میں ناانصافی ہوتی ہے۔زمین اللہ کی ہے ۔زمین کی ملکیت پر مشرق ومغرب میں جھگڑے ہوتے ہیں حالانکہ الارض للہ کے معنی عیاں ہیں۔ انسان کو چاہیے زمین سے رزق اور قبر حاصل کرے۔ اس نکتے کو نہ سمجھنے والے زمین، مال اور سونے چاندی کی طلب میں محو رہتے ہیں اور بے گوروکفن (یعنی بغیر نیک اعمال) کے مرتے ہیں۔حالانکہ دوزخ اور بہشت مکافاتِ عمل ہی تو ہیں:

پیشِ آئین مکافاتِ عمل سجدہ گذار
زانکہ خیزد زعمل دوزخ و اعراف و بہشت [۲۶]

گویا جاوید نامہ میں ’جیسا کرو گے ویسا بھرو گے‘ کے اصول کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

زندگی میں ’جیسا کرو گے ویسا بھرو گے‘ کے اصول کو اہم ترین اخلاقی قدر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔حیات بعد از مرگ میں دنیاوی اعمال ہی کے مطابق صلہ ملے گا۔اعمال یا عبادات کو دوقسموں یعنی قولی اور فعلی میں تقسیم کیا گیا ہے۔ان میں سے قولی عبادات انسانی دل و دماغ کو علائقِ مادہ سے بے نیاز کرنے اور فعلی عبادات کی تربیت کے کام آتی ہیں۔ یعنی قولی عبادات فرد کی تعمیر وتربیت کے لیے از حد ضروری ہیں تاہم انسان کی حقیقی کامیابی

فعلی عبادات میں مضمر ہے۔ عمدہ صحت، تعلیم، تمبا کو نوشی یا نشے سے اجتناب، صفائی، صحت مند طرزِ زندگی، فلاحی و رفاہی اداروں کا قیام، شعورِ زیست میں ترقی، جی جان سے کمانا اور مل بانٹ کر کھانا زندگی کی مطلوب فعلی عبادات یا اخلاقی محاسن ہیں۔ اگلے جہان کے انجامِ نیک و بد کا دارو مدار بھی انھی عبادات پر ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ میں حکمت خیرِ کثیر ہے جب کہ زندگی میں خدمتِ خلق کو یہی اساسی مقام حاصل ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، مادے سے بے التفاتی اور انسان کی فعال ترین معاشرتی حیثیت کو دونوں کتابوں میں ضابطۂ اخلاق کی اہم شقوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

۱۵۔ وجودِ زن:

جاوید نامہ میں بلا امتیازِ جنس، ہر مرد و زن کے لیے تعمیرِ ذات اور قیادتِ اجتماعی کے مواقع موجود ہیں۔ انسان (بلا تخصیصِ مرد و زن) کائناتِ شوق کی صورت پذیری کا باعث ہے۔ کائنات کی صورت گری میں عورت کے کردار کے اعتراف سے اقبال نے اس کے مادی و روحانی ترقی کے امکانات کو تسلیم کیا ہے۔ آگے چل کر مرد کو ہدایت کرتے ہیں کہ اگر حق نے اسے تابِ نظر عطا کی ہو تو عورت کی قدسیت کی قدر کرے۔ اقبال نے برِ عظیم کی تاریخ سے ایک ایسے ہی نسوانی کردار شرف النساء بیگم کا ذکر کیا ہے یہ خاتون ہمیشہ قرآن اور تلوار کو ہمراہ رکھتی تھی۔ یعنی اس کا عمل آمیختۂ جمال و جلال تھا۔

زندگی میں بھی معاشرے کی مثبت قدریں (اخلاقی و روحانی، مادی و تمدنی وغیرہ) عورت کی شرکت کے باعث برگ و بارلاتی ہیں بلکہ بعض اوقات سختیِ دوراں میں جنسِ لطیف ہی معاشرے میں حریت اور مدنیت کی نیو اٹھاتی ہے۔ مثلاً مرکزی کہانی کی ہیروئن، ہیرو کو اخلاقی گمراہی اور مذہبی تشکیک کے گرداب سے کھینچ نکالتی ہے۔ مراکش کی عورت بدیسی تسلط کے خلاف مزاحمتی تحریک منظّم کرتی ہے اور لاجونتی آشرم اور ہسپتال بنا کر دکھیوں اور روگیوں کی مدد کرتی ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی میں معاشرے کی صحت مند تعمیر اور ترقی کی امنگ میں عورت کے فعال اور دلبرانہ کردار کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یعنی جمال اور جلال مطلوب عورت کے وجود کے ترکیبی عناصر ہیں۔

۱۶۔ وسیع النظری:

جاوید نامہ اور زندگی دونوں ہی کے مصنفین نے وسیع النظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عالمِ بالا میں اہلِ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا بھی خاتمہ بالخیر دکھایا ہے۔ زندگی میں ایک ہندو عورت لاجونتی خدمتِ خلق کے صلے میں دارالمثال میں خوش باش ہے۔ جاوید نامہ میں مختلف افلاک پر بعض غیر مسلم دانش مندوں کو سوچ میں غلطاں دکھایا گیا ہے۔ غیر مسلمان کردار بھرتری ہری، وشوامتر نطشے، دنیاوی افکار ہی کی بازخوانی کرتے پائے جاتے ہیں۔ جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ان حضرات کے افکار (جن کے لیے دُنیا میں شہرت رکھتے تھے) کے بعض پہلو بڑی حد تک درست اور قابلِ توجہ ہیں اور مزید یہ کہ قیامت سے قبل کی افلاکی زندگی میں بھی

دنیاوی زندگی ہی کی مانند انسان پر حقیقتِ منتظر لباسِ مجاز میں ظاہر نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنے طور پر دنیا ہی کی طرح سوچ بچار میں مصروف ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی میں کامیڈی جیسی تنگ نظری نہیں جس میں غیر عیسائیوں کو دوزخ میں دکھایا گیا ہے۔مزید یہ کہ دونوں کتابوں میں دنیاوی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے کی زندگی میں بھی اکتسابِ فلاح کی گنجائش نظر آتی ہے۔اس وسعت خیالی سے دونوں کتابوں کا حلقۂ اثر پھیل جاتا ہے۔

۱۷۔ اشتراکیت:

زیرِ بحث کتب کے زمانۂ تخلیق میں برِ عظیم سمیت بیشتر دُنیا میں اشتراکیت کا بطورِ نظامِ حکومت و معیشت غلغلہ تھا۔ اقبال اور افضل حق دونوں ہی اشتراکی نظام کے بعض مثبت پہلوؤں کے قائل تھے۔دونوں ہی اس کے کچھ نظریات کو اسلامی طرزِ حیات سے ہم آہنگ سمجھتے تھے۔مثلاً اسلام میں موجود انسانی مساوات کا تصوّر کسی حد تک اشتراکیت نے بھی قبول کیا۔ جاوید نامہ میں ابوجہل کی زبانی اسی مشابہت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ایں مساوات ایں مواخات اعجمی است
خوب می دانم کہ سلمانؓ مزدکی است [۲۷]

وسائل پر غیر مساویانہ اور غاصبانہ تسلط کی نفی بھی دونوں نظام ہائے فکر میں قدرِ مشترک ہے (اگرچہ بیشتر علمائے اسلام، اسلام میں وسائل کی امتیازی تقسیم کی مشروط گنجائش موجود پاتے ہیں) چنانچہ جاوید نامہ میں بھی ملکیتِ زمین کے جاگیردارانہ تصوّر کی نفی کی گئی ہے۔ جدید اشتراکیت کے بانی کارل مارکس کے لیے 'صاحبِ سرمایہ از نسلِ خلیل' کا معنی خیز کنایہ برتا گیا ہے۔اس کنائے میں نسلِ خلیل کی پیغمبرانہ سعادت، مسلّماتِ زمانہ سے بغاوت کی روایت اور کتاب سرمایہ کی اکتشافی حیثیت کو سراہا گیا ہے مگر ساتھ ہی مارکس کو 'پیغمبرِ بے جبریل' اور 'پیغمبرِ حق ناشناس' کہہ کر اس کی فکر کے نتیجے میں پیدا ہونے والے روحانی بحران کی نشاندہی کی گئی ہے۔شاعر کے خیال میں مساواتِ انسانی کا مدار اخوت کے اسلامی تصوّر پر ہے نہ کہ شکم پُری کی اساس پر۔ ایک موقع پر اشتراکیت کو ملوکیت ہی کی مانند 'یزداں ناشناس' اور 'آدم فریب' قرار دیتے ہیں:

ہر دو را جاں ناصبور و نا شکیب
ہر دو یزداں ناشناس آدم فریب
زندگی این را خروج آں را خراج
درمیانِ ایں دو سنگ آدم زجاج [۲۸]

افضل حق سرمایہ داری کے شدید مخالف تھے۔اس مخالفت میں انھوں نے قلمی اور عملی مساعی کیں۔ زندگی کا عمومی تاثر بھی سرمایہ دارانہ نظام اور وسائل کی غیر مساوی تقسیم کے خلاف ہے۔کتاب کے باب چہارم میں حضرت آدمؑ کی تقریر میں سے ایک اقتباس دیکھیے:

''بہشت کی وادیاں ان میں برابر تقسیم کی گئی تھیں پھر بھی انھوں نے ملکیت پر جھگڑے شروع کر دیے۔ایک دوسرے کا حق دبانے لگے۔جو لوگ دُنیا میں مالدار تھے، وہ اپنی سرمایہ دارانہ عادتوں سے باز نہ آئے۔ حیلے اور بہانے سے سادہ لوح لوگوں کو لوٹا۔طاقت وروں نے کمزوروں کا حق دبایا.....سب غریب میرے پاس روتے آئے کہ بابا جان ہماری جان سرمایہ داری کے عذاب سے بچاؤ۔'' [۲۹]

زندگی میں اشتراکی نظامِ معیشت کی طرف جھکاؤ دکھانے کے باوجود اس کے حق میں ویسی گرمجوشی نہیں ملتی جیسی کہ مصنف کی بعد میں آنے والی کتاب جواہرات یا سلسلۂ مضامین بہ عنوان ''اسلام میں امرا کا وجود نہیں'' میں ملتی ہے۔

نتیجہ: ہر دو مفکرین نے اشتراکیت کے اُن پہلوؤں سے زیادہ موانست دکھائی ہے جہاں یہ نظام، اسلامی معاشرت سے جزوی یا کُلی موافقت رکھتا ہے۔

۱۸۔ اختتام پر توضیحِ مطالب:

دونوں کتابوں کے آخر میں قارئین سے براہِ راست خطاب یا دعا کے ذریعے مصنفین نے اپنے افکار کی واعظانہ توضیح کی صورتیں نکالی ہیں۔سیرِ افلاک کے تجربے سے سرشار ہو کر دونوں مصنفین عالمِ خاک پر واپسی کے بعد اہلِ زمین کے لیے تازہ اخلاقی نتائج اور نیا نقشۂ عمل مرتب کرتے ہیں۔جاوید نامہ کے آخر میں اقبال اپنے مشاہدات کا حاصل جاوید (اور جاوید کے استعارے میں نژادِ نو) سے خطاب کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔وہ نسلِ نو کو سرِ لاالہ کی تفہیم، حبِ مال سے آزادی، ترسِ مرگ سے بےخوفی، عدل پروری، میانہ روی، علم آموختی، سچائی، ضبطِ نفس، حق شناسی، نظارۂ جمال و جلال، تقویٰ، کسبِ ادب و عشق، صحبتِ مردِ حق سے علم و حکمت کے حصّول کے علاوہ زمین و آسمان کو زیرِ تصرف کر لینے کی تاکید کرتے ہیں۔اقبال کے خیال میں یہی سرِ دینِ مصطفیٰ ہے۔

زندگی کے آخر میں افضل حق اختصار کے ساتھ اپنے حق میں دعا کرتے ہیں اور ظاہر ہے اس مناجات کا مقصد خود کے ساتھ اوروں کو بھی نصیحت کرنا ہے:

''اے خدا! میری توبہ قبول کر۔اے خدا! مجھے نماز میں استقامت اور مخلوق کی خدمت کی توفیق دے تاکہ اہلِ عالم کے امن اور ترقی کا باعث بنوں اور ایسا پاک جذبہ اور زریں موقع نصیب کر کہ ملت کے مفاد پر جان نثار کر کے دُنیا سے سرخرو ہو جاؤں۔آمین ثم آمین'' [۳۰]

ایک دلچسپ اتفاق یہ ہے کہ جاوید نامہ کا آغاز اور زندگی کا اختتام مناجات پر ہوتا ہے۔

نتیجہ: جاوید نامہ اور زندگی میں اصل کہانیوں کے اختتام پر، جہانِ دیگر کے بیان کردہ قصّوں سے برآمد نتائج کو حجت تمام کرنے کے لیے دونوں مصنفین نے قارئین کے سامنے بلاواسطہ پیش کیا ہے۔اس انتظام سے اتمامِ حجت کے علاوہ ان فن پاروں کو داستان کی اُس روایت سے بھی پیوستہ کر دیا گیا ہے جس میں داستان گو کے

ظہور کے نتیجے میں کہانی کی کائنات میں قاری یا سامع کی نمود بھی ممکن ہو جاتی تھی۔

حاصلِ بحث:

جاوید نامہ اور زندگی جہانِ بالا سے متعلق کتابیں ہیں جو مختلف ادبی قالب (مثنوی اور ناول) اور مختلف زبانوں (فارسی اور اُردو) میں ہونے کے باوجود بعض قریبی مماثلات رکھتی ہیں۔ دونوں معاصر کتابوں میں افلاک کے سفر کے لیے جو طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے وہ اسلامی یا قرآنی تناظر کا حامل ہے۔ افلاکی سفر کا ماحصّل خاکی زندگی کے لیے کارآمد اصولِ معاشرت برآمد کرنا ہے۔

دونوں ہی فن پاروں میں ارضی زندگی کی عارضی حیثیت کو لافانی افادیت میں بدلنے کی شدید خواہش عیاں ہے۔ جاوید نامہ میں جہاں بُلند سطحی فلسفیانہ موضوعات پر بات کی گئی ہے وہیں اپنے عہد کے انسان اور اس کو درپیش سیاسی و معاشی، سماجی وتہذیبی، اخلاقی و مذہبی مسائل کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ زندگی میں اس جہان کو دارالعمل اور اس کی عارضی حیات کو بعد کی زندگی کے ہزاروں سال کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ یہاں ضائع کیے گئے لمحات کا کفارہ دارالاصلاح میں کئی ہزار سال کی ریاضت سے بھی ممکن نہیں ہوتا۔ افضل حق اپنے افکار سے خاکی زندگی کو گل وگلزار بنانے اور خاتمہ بالخیر کے متمنی ہیں۔ زندگی میں اُن کے آسمانی سفر کا اوّل مقصد انسان کو مذہبی ایقان عطا کرنا اور دوم زمینی زندگی کے لیے ضابطۂ اخلاق کی 'جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' کی بنیاد پر استواری ہے۔

جاوید نامہ میں بعض مقامات پر کرۂ ارض کی زندگی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اس کے شب وروز کو معمولی قرار دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کے لیے اس عالم آب وگل کے راز حقیر ہیں۔ وہ سطحِ خاک پر کھیلے جانے والے زندگی کے ڈرامے سے رستگاری چاہتے ہیں اور فرد کی روحانی رفعت پذیری کے خواہاں ہیں۔ مگر وہ روحانی ارتقا کے لیے ترکِ دنیا یا جوگ رمانے کی صلاح ہرگز نہیں دیتے بلکہ دُنیاوی سیادت کو روحانی سفر کی ابتدا سمجھتے ہیں:

خیز و نقشِ عالمِ دیگر بنہ
عشق را با زیرکی آمیز دہ

غور کیا جائے تو معلوم ہو گا اقبال کے اعلیٰ ترین مقاصد (یعنی قیدِ زمان و مکان سے رہائی، بعد از مرگ حیات اور معرفتِ حق) کے حصّول کے لیے تگ وتاز کا میدان یہی زندگی ہے۔ گویا جاوید نامہ میں انسان کے عظیم ترین سفر کے لیے ارضی حیات کو ترسیلی تختے (لانچنگ پیڈ) کے طور پر استعمال کر کے اس کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جاوید نامہ اور زندگی میں اُس مذہبی اخلاقی بیانیے کو فروغ دینے کی مساعی ملتی ہیں جس میں علائقِ دُنیا کو ضمیرِ حیات کے بجائے تقاضائے حیات کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ چودھری افضل حق، زندگی، لاہور: قومی کتب خانہ ریلوے روڈ، ۱۹۶۱ء، ص۸
۲۔ ایضاً، ص۳۵

۳۔ علامہ اقبال، جاوید نامہ: تحقیق وتوضیح؛ ڈاکٹر محمد ریاض، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ،ص۵
۴۔ چودھری فضل حق، زند گی ،ص،۴
۵۔ مشمولہ اقبالیات کے سو سال :منتخب مضامین، مرتبہ؛ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، اشاعتِ اوّل۲۰۰۲ء،ص۱۰۳۵
۶۔ علامہ اقبال، جاوید نامہ،ص۵
۷۔ ایضاً ، ص۵
۸۔ چودھری افضل حق، زند گی ،ص۵
۹۔ ایضاً ، ص۶۵
۱۰۔ ایضاً ، ص۳۳۴
۱۱۔ ایضاً ، ص۱۷
۱۲۔ ایضاً ، ص۲۳
۱۳۔ علامہ اقبال، جاوید نامہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، طبع دہم جون ۱۹۸۳ء،ص۱۳۴
۱۴۔ جاوید نامہ،ص۱۳۷
۱۵۔ چودھری افضل حق، زند گی ،ص۶۱
۱۶۔ جاوید نامہ،ص۱۵۵
۱۷۔ چودھری افضل حق، زند گی ،ص۳۲۹
۱۸۔ سید مظفر حسین برنی، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد دوم)؛ لاہور: ترتیب پبلشرز، س.ن،ص۲۰۱
۱۹۔ ایضاً ، ص:۴۷۹
۲۰۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان، روحِ اقبال، لاہور: آئینۂ ادب، لاہور۱۹۸۴ء،ص۴۴۹
۲۱۔ چودھری افضل حق، زند گی ،ص:۱۵
۲۲۔ ایضاً ، ص:۶۳
۲۳۔ ایضاً ، ص:۶۵
۲۴۔ سعید راشد، مکالماتِ اقبال، جہلم: بک کارنر، ۱۹۸۸ء،ص۱۴۹
۲۵۔ علامہ اقبال، جاوید نامہ،ص۵
۲۶۔ ایضاً ، ص۱۷۱
۲۷۔ ایضاً ، ص۵۵
۲۸۔ ایضاً ، ص۶۵
۲۹۔ چودھری افضل حق، زند گی ،ص۴۶۷
۳۰۔ ایضاً ، ص:۳۲۶